

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا؟

احناف کے دلائل پر تعاقب اور پیش کردہ روایات پر ایک ناقدانہ نظر

لیل و نہار کے تغیر و تبدل نے نہ صرف آب و ہوا کو متاثر کیا بلکہ بنی آدم کو بھی بڑی حد تک متاثر کیا۔ وہ انسان جو کبھی زبان و بیان کے سحر سے متاثر ہو کر تقلید کی زنجیریں مذہبی فریضہ سمجھ کر زیب تن کر لینے کو عقیدت و احترام کی معراج یقین کرتا تھا، آج وہی انسان اپنے ہر سوال کا جواب دلائل و براہین کی روشنی میں حاصل کرنے کا خواہشمند نظر آتا ہے۔

عصر حاضر کے انسان کی اس ارتقائی سوچ نے تقلیدی ایوانوں میں کھلبلی مچا دی ہے، بایں سبب تقلیدی مذہب کے ناخدا اس امر پر مجبور ہو چکے ہیں جو ان کے لئے کسی طرح بھی روانہ تھا یعنی اپنے امام کے قول و فعل کو کتاب و سنت کی روشنی میں صائب ثابت کریں۔ اس ناروا فعل کو سرانجام دینے کے لئے ہمارے دوستوں نے اغیار کی خدمات مستعار لینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ مسند زید بن علی کی من گھڑت روایات کو بطور حجت پیش کرنا اسی قسم کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح چند دیگر خود ساختہ روایات کے مجموعے اور بعض کتب احادیث میں تحریف و اضافہ کر کے یہ بات باور کرائی جا رہی ہے کہ اختلافی مسائل پر وہ بھی کتاب و سنت سے دلائل رکھتے ہیں۔ حالانکہ کل تک ہمارے بھائی یہ راگ الاپتے رہے ہیں:

”أما المقلد فمستندہ فی تحصیل العلم بوجوب العمل بأحكام الشرعية

قول مجتہدہ“ (كشف المبہم مما فی المسلم: ص ۱۳)

”امور شرعیہ میں مقلد کے لئے امام کا قول ہی سند ہے۔“

کتاب و سنت سے نا آشنا اپنے مسلک سے نابلد چند دوست مسلمہ حقیقتوں سے انحراف کر کے حقیقت کی سنہری کرنوں کو ایک بار پھر جہالت کے تاریک بادلوں میں چھپانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ وطن عزیز کے بیشتر چھوٹے بڑے شہروں میں مختلف ناموں سے کبھی چند سوالوں پر مشتمل اور کبھی چند ضعیف یا موضوع روایات پر مشتمل اشتہارات وقفے وقفے سے شائع کر رہے

ہیں، اس قسم کا ایک اشتہار میرے سامنے ہے۔ اس اشتہار کا عنوان ہے:

”ہم سنی مسلمان نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ کیوں باندھتے ہیں؟“

یہ اشتہار چھ روایات پر مشتمل ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ان چھ روایات اور اس موضوع پر چند دیگر دلائل کی حقیقت کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔

دلیل نمبر ۱

(حدثنی) ”زید بن علی عن أبيه عن جده عن علي قال: ثلاث من أخلاق الانبياء صلاة الله وسلامه عليهم: تعجيل الإفطار وتأخير السحور ووضع الكف على الكف تحت السرة“ (مسند زید بن علی)
 ”زید بن علی اپنے والد اور دادا کے واسطے سے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کا حصہ رہی ہیں: (۱) افطاری (کا وقت ہو جانے کے بعد اس میں) جلدی کرنا، (۲) سحری کو (اس کے آخری وقت تک) مؤخر کرنا اور (۳) حالتِ نماز میں ناف کے نیچے دونوں ہاتھ باندھنا۔“

جواب: کتاب کے نام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف محترم زید بن علیؓ یا ان کے کوئی شاگردِ رشید ہیں مگر درحقیقت ایسا نہیں۔ اس کتاب کا مؤلف عبدالعزیز بن اسحاق بن بقال ہے، یہ محترم زید بن علیؓ کے قتل سے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد پیدا ہوئے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے مطابق زید بن علیؓ ۱۲۲ ہجری میں قتل ہوئے جبکہ ابن سعد کا کہنا ہے کہ وہ صفر ۱۲۰ ہجری میں قتل ہوئے۔ (تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۶۲۲)

مسند زید بن علیؓ کے مؤلف کے بارے میں امام ذہبی رقم طراز ہیں:

”عبد العزيز بن اسحق بن البقال كان في حدود الستين وثلاث مائة قال ابن أبي الفوارس الحافظ: له مذهب خبيث ولم يكن في الرواية بذلك، سمعت منه أحاديث فيها أحاديث ردية“ (ميزان الاعتدال: ۳/۳۵۸)
 ”عبدالعزیز بن اسحاق بن جعفر البقال تین سو ساٹھ (۳۶۰ ہجری) کے قریب گزرا ہے۔ اس کے بارے میں امام ابن الفوارس فرماتے ہیں کہ یہ خبیث مسلک کا پیروکار تھا اور روایتِ حدیث میں اچھی شہرت کا حامل نہ تھا، میں نے ان سے جو احادیث سنی ہیں ان میں بیشتر احادیث مردود ہیں۔“

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس نے زید یہ فرقے کے حق میں کتابیں تحریر کی ہیں۔ واضح رہے

کہ زید یہ فرقہ اہل تشیع کے غالی فرقوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس فرقہ کے بارے میں بہت سی معلومات 'تاریخ فاطمین مصر' نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس کتاب کا مؤلف خبیث نظریات کا حامل ہو اور وہ روایت حدیث میں بری شہرت رکھتا ہو، اس کی تالیف کردہ کتاب کی استنادی حیثیت کیا ہوگی۔

دوسرا راوی، عمرو بن خالد واسطی: اس کتاب کا ایک اہم راوی ابو خالد عمرو بن خالد واسطی ہے۔ یہ وہ راوی ہے جو مسند علی کی ہر روایت میں موجود ہے، زیر بحث روایت کا مرکزی کردار بھی یہی راوی ہے۔ یہ راوی تمام نامور محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

عمرو بن خالد، امام احمد بن حنبلؒ کی نظر میں:

① قال الأثرم عن أحمد: كذاب يروى عن زيد بن علي عن آبائه أحاديث موضوعة (تہذیب التہذیب: ۲۴۸) یعنی ”عمرو بن خالد کذاب ہے۔ وہ زید بن علی کے توسط سے ان کے آباؤ اجداد کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرتا ہے۔“

② قال أحمد بن محمد قال أبو عبد الله: عمرو بن خالد الواسطي كذاب قلت له الذي يروى عنه اسرا ئيل قال نعم الذي يروى حديث الزيد بن و يروى عن زيد بن علي عن آبائه أحاديث موضوعة (ضعفاء اعقلى: ۱۲۷) ”امام احمد بن محمد کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ عمرو بن خالد جھوٹا ہے۔ میں نے کہا وہی عمرو بن خالد جس سے اسرا ئیل روایت کرتا ہے، انہوں نے فرمایا: ہاں وہی جو زید بن اور زید بن علی کے توسط سے ان کے آباؤ اجداد کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرتا ہے۔“

③ قال أبي: عمرو بن خالد هذا ليس بشيئ مترك الحديث (العلل: ۳۳۰) کتاب الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰، تہذیب الکمال: ۲۱/۳۳۵) ”امام احمدؒ کے فرزند ارجمند محترم عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے فرمایا کہ عمرو بن خالد ایک بے قیمت راوی ہے جس کی روایت کو محدثین نے ترک کر رکھا ہے۔“

روى أحمد بن ثابت عن أحمد بن حنبل قال: عمرو بن خالد الواسطي كذاب (ميزان الاعتدال: ج ۵ ص ۳۱۳، اکامل: ۱۲۸۹)

”امام احمد بن ثابت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن خالد واسطی کذاب راوی ہے۔“

قال ابن حبان كذبه أحمد بن حنبل ويحيى ابن معين (المجرحين ۷/۷۲)

”امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے عمرو بن خالد کو کذاب قرار دیا ہے۔“

عمرو بن خالد، امام ابو حاتم کی نظر میں:

عن عبد الرحمن قال سألت أبي عن عمرو بن خالد القرشي مولیٰ بنی هاشم الواسطي روى عن أبي جعفر محمد بن علي وزيد بن علي فقال متروك الحديث (الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰)

”امام ابو حاتم کے لخت جگر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے عمرو بن خالد مولیٰ بنی ہاشم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا وہ ’متروک الحدیث‘ ہے۔

امام یحییٰ بن معین کی نظر میں:

عن يحيى بن معين قال عمرو بن خالد كذاب غير ثقة ولا مأمون (الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰)

”یحییٰ بن معین بھی عمرو بن خالد کو کذاب و غیر ثقہ قرار دیتے ہیں۔“

امام ابو زرعة اور اسحاق بن راہویہ کی نظر میں:

عن عبد الرحمن قال سألت أبا زرعة عن عمرو بن خالد الواسطي فقال كان واسطي وكان يضع الحديث (الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰)

”عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے ابو زرعة سے عمرو بن خالد واسطی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ جھوٹی احادیث تیار کرتا تھا۔“

امام کبیر اور امام حاکم کی نظر میں:

قال وكيع كان في جوارنا يضع الحديث، فلما فطن له تحول إلى الواسط (ميزان الاعتدال: ج ۵ ص ۳۱۲)

”محترم کبیرؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن خالد ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور وہ خود ساختہ روایات بیان کرتا تھا اور جب اسے لوگوں کی نفرت کا احساس ہوا تو وہ واسط کی طرف فرار ہو گیا۔“

قال الحاكم:

يروى عن زيد بن علي الموضوعات (تهذيب التهذيب: ۲۵/۸)

”حاکم کہتے ہیں عمرو بن خالد خود ساختہ روایات کو زید بن علی کی طرف منسوب کرتا تھا۔“

امام بخاری اور امام نسائی کی نظر میں:

عمرو بن خالد مولیٰ بن هاشم عن زيد بن علي روى عنه اسرا قائل منكر

الحديث (التاريخ الصغير: ص ۱۳۹)..... عمرو بن خالد يروي عن حبيب ابن ثابت متروك الحديث (كتاب الضعفاء والمتروكين)
 ”عمرو بن خالد جو زيد بن علي کے واسطے سے اور اس سے اسرائیل روایت کرتا ہے (یہ راوی) منکر الحدیث ہے۔“..... ”امام نسائی اسے متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔“

دلیل نمبر ۲

عن أنس: من أخلاق النبوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة
 ”حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ (نماز میں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف سے نیچے باندھنا انبیاء کے اخلاق (سنت) سے ہے۔“

جواب: یہ روایت علمائے احناف زمانہ قدیم سے امام ابن حزم کے حوالے سے نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر آج تک کسی عالم نے یہ روایت مع سند نقل نہیں کی اور نہ کوئی سراغ رساں اس روایت کو کتب احادیث میں تاحال تلاش کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی روایت کو بار بار بطور دلیل پیش کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

یاد رہے کہ تحت السرة کی زیادتی کے بغیر یہ روایت درج ذیل طرق سے مروی ہے:

① حدثنا أحمد بن طاهر بن حرملة بن يحيى، ثنا جدي حرملة بن يحيى، ثنا ابن وهب أخبرني عمرو بن الحارث قال سمعت عطاء بن أبي رباح قال سمعت ابن عباس يقول سمعت نبي الله يقول إنا معاشر الانبياء أمرنا بتعجيل فطرنا وتأخير سحورنا ووضع أيماننا على شمالكنا في الصلاة (المجم الكبير: ج ۱۱ ص ۱۵۹، الاوسط: ج ۲ ص ۵۲۶)
 ”احمد بن طاہر از حرملة بن یحییٰ از ابن وهب از عمرو بن حارث از عطاء بن عباس سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرنے اور حالت نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔“

امام ابن حبان نے بھی یہی متن اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۷/۵)

② حدثنا العباس بن محمد المجاشعي الاصبهاني ثنا محمد بن أبي يعقوب الكرمانی ثنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال إنا معاشر الانبياء أمرنا أن نعجل الإفطار وأن نؤخر السحور وأن نضرب بأيماننا على شمالكنا

(المعجم الکبیر: ج ۱۱ ص ۶، الاوسط: ج ۵ ص ۱۳۷)

③ حدثنا إسحاق بن محمد الخزاعي المكي قال حدثنا يحيى بن سعيد بن سالم القداح قال حدثنا عبد المجيد بن عبد العزيز بن ابي رواد عن أبيه عن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال: انا معاشر الانبياء أمرنا بثلاث: بتعجيل الفطر وتأخير السحور ووضع اليمينى على اليسرى فى الصلاة (الاوسط: ج ۴ ص ۴۱)

اس متن کو امام بیہقی نے بھی اسی سند سے نقل کیا ہے، البتہ بیہقی میں اسحق بن محمد کی جگہ اسحق بن احمد مرقوم ہے۔ (ج ۲ ص ۳۱۵)

④ حدثنا محمد بن شعيب قال حدثنا عبدالرحمن بن سلمة قال حدثنا أبو زهير عبدالرحمن بن مغواء عن عمر بن عبد الله بن يعلى بن مرة عن أبيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ: ثلاث يحبها الله، تعجيل الفطر وتأخير السحور وضرب اليدين إحداهما على الأخرى فى الصلاة (الاوسط: ج ۸ ص ۲۲۸)

⑤ حدثنا ابن صاعد نا زياد بن أيوب نا النضر بن إسماعيل عن ابن أبي ليلى عن عطاء عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ امرنا معاشر الانبياء أن نعجل إفطارنا ونؤخر سحورنا ونضرب بأيماننا على شمالكنا فى الصلاة (دارقطني: ج ۱ ص ۲۸۴)

⑥ حدثنا عبد الله بن محمد بن عبدالعزيز ثنا شجاع بن مخلد ثنا هثيم قال منصور ثنا عن محمد بن أبان الأنصاري عن عائشة قالت ثلاثة من النبوة تعجيل الافطار وتأخير السحور ووضع اليد اليمينى على اليسرى فى الصلاة (ايضاً)

⑦ حدثنا وكيع عن اسماعيل بن أبي خالد عن الأعمش عن مجاهد عن مؤرق العجل عن أبي الدرداء قال من أخلاق النبيين وضع اليمين على الشمال فى الصلاة (مصنف ابن أبي شيبة: ج ۱ ص ۴۲۸)

ان روایات میں اگرچہ بعض طرق ضعیف بھی ہیں، تاہم ان روایات سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا متن 'تحت السرة' کی زیادتی کے بغیر محفوظ ہے اور 'تحت السرة' کی زیادتی کسی عیار ہاتھ کی صفائی ہے۔

دلیل نمبر ۳

حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه

قال رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة

”وکیع از موسیٰ بن عمیر از علقمہ از وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا

کہ آپؐ حالت نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھے ہوئے تھے۔“

جواب: یہ روایت ہمارے بھائی کبھی مصنف ابن ابی شیبہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم

الاسلامیہ کراچی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور کبھی مطبوعہ طیب اکادمی، ملتان کے حوالہ سے

نقل کرتے ہیں اور کبھی محمد اکرم نصرپوری کے نسخہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ اول الذکر

دونوں نسخوں میں ہمارے بھائیوں نے تاریخ مکتوب سے کمزور دلیل کو العروۃ الوثقیٰ ثابت کرنے

کے لئے بدترین علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامی، کراچی نے شیخ محمد ہاشم السندی کی تالیف درہم العسرة

فی وضع الیدین تحت السرة شائع کی ہے، اس کے آغاز میں چار صفحات قلمی تحریر کے

عکسی شائع کئے ہیں، ان میں فاضل محرر شیخ محمد اکرم نصرپوری کے نسخہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

”فی نسخة الشيخ محمد أكرم أن لفظة تحت السرة من تنمة الحديث كما

هو الموجود الآن فيها وأن اثر النخعي ساقط منه بتمامه مع لفظة تحت

السرة“ یعنی ”شیخ محمد اکرم کے نسخہ میں ابھی تک حدیث کے آخر میں تحت السرة کے

الفاظ ہیں اور اس میں ابراہیم نخعی کا اثر مکمل طور پر موجود نہیں ہے۔“

فاضل محرر کی درج بالا تحریر اس حقیقت کا کھلا اعتراف ہے کہ شیخ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ

مصدقہ نسخہ نہیں کیونکہ اس میں ابراہیم نخعی کے اثر کا ساقط ہونا اس نسخہ کے تحریر کنندہ کی غفلت کی

طرف واضح اشارہ کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے نسخہ کی منفرد عبارت کو مصدقہ نسخہ کے خلاف

پیش کرنا سینہ زوری کے مترادف ہے۔

امام ابوبکرؓ نے اس روایت کو اول تا آخر جس سند کے ساتھ نقل کیا، اسی سند سے روایت

شدہ الفاظ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہیں جبکہ ان میں سے کسی ایک میں بھی ”تحت السرة“

کے الفاظ نہیں، ملاحظہ کیجئے:

① حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن

حجر عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ واضعاً يمينه على شماله في الصلاة (مسند احمد مطبوعه دار الفكر، بيروت: ج ۶ ص ۴۷۳)

② نا وكيع نا موسى بن عمير العنبري عن علقمة بن وائل الحضرمي عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ واضعاً يمينه على شماله في الصلاة (سنن دار قطنی مطبوعه نشر السنة، ملتان: ج ۱ ص ۲۸۶)

اسی طرح امام بیہقی اور امام طبرانی موسیٰ بن عمیر سے ابو نعیم کے واسطے سے یہی روایت 'تحت السرة' کی زیادتی کے بغیر ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

أبونعيم حدثنا موسى بن عمير العنبري حدثنا علقمة بن وائل عن أبيه أن النبي ﷺ كان إذا قام في الصلاة قبض على شماله بيمينه (المجم الكبير طبرانی مطبوعه دار احیاء التراث العربی: ۵۹/۲۲، السنن الکبریٰ بیہقی مطبوعه دار الفكر: ۳۱۴/۲)

حنفی علما کا اپنے دلائل میں اس حدیث کو ذکر نہ کرنا: ابن ترکمانی حنفی الجوهر النقی میں

اپنے مذہب کی تائید میں مصنف ابن ابی شیبہ سے ابو مجلد تابعی کا اثر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن ابی شیبہ فی مصنفه: ثنا یزید بن ہارون قال أخبرنا الحجاج بن حسان قال سمعت أبا مجلد أو سألته قلت كيف أصنع قال يصنع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما تحت السرة

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد ابن ترکمانی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ضعیف حدیث اور

دوسری ضعیف جو حضرت انسؓ سے مروی ہے، نقل کرتے ہیں جبکہ زیر بحث روایت کو وہ نقل نہیں کرتے، ان کا اس روایت کو نقل نہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس وقت تک مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت علمی بددیانتی کی بھینٹ نہ چڑھی تھی۔

علامہ عینی حنفی کی تصانیف میں مصنف ابن ابی شیبہ کی متعدد روایات موجود ہیں۔ موصوف

نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دیگر تمام روایات ذکر کی ہیں جو کہ سب کی سب ضعیف ہیں مگر موصوف نے ابن ابی شیبہ کی زیر بحث روایت کو اپنے موقف کی تائید میں ذکر نہیں کیا، ان کا اس حدیث کو ذکر نہ کرنا کیا اس امر کی دلیل نہیں کہ اس وقت تک ہمارے کسی حنفی نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس حدیث پر ہاتھ صاف نہ کیا تھا؟!

علامہ ابن عبدالبر نے 'تمہید' میں مصنف ابن ابی شیبہ سے متعدد روایات و آثار نقل کئے ہیں

خصوصاً انہوں نے ابو مجلد سے مروی اثر ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے مگر موصوف نے

بھی زیر بحث حدیث کو نقل نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہیں مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ میسر تھا، اس میں بھی مرفوع حدیث میں ’تحت السرة‘ کے الفاظ نہ تھے۔

دلیل نمبر ۴

حدثنا أبو معاوية عن عبد الرحمن بن إسحاق عن زياد بن زيد السوالمی عن أبي جحيفة عن علي رضي الله عنه قال: من السنة وضع الأيدي على الأيدي تحت السرر (مصنف ابن ابی شیبہ)
 ”ابو جحیفہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔“
 یہ روایت اسی سند سے دارقطنی، مسند احمد اور بیہقی میں درج ذیل الفاظ سے مروی ہے:
 من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة اور اسی سے ملتے جلتے الفاظ سے ابو داؤد میں بھی ہے۔

جواب: محترم علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا مرکزی راوی عبد الرحمن بن اسحاق ہے، اس کی کنیت ابو شیبہ الواسطی ہے، یہ نعمان بن سعد کا شاگرد خاص ہے، وہ یہ روایت زیاد بن زید اور نعمان بن سعد سے نقل کرتا ہے۔

عبد الرحمن بن اسحاق، امام احمد بن حنبل کی نظر میں:

قال عبد الله: سألت أبا عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي فقال هذا يقال له أبو شيبه وهو الواسطي كان يروى عنه ابن إدريس وأبو معاوية وابن فضيل وهو الذي يحدث عن النعمان بن سعد ليس هو بذلك في الحديث (العلل: ۲۵۶۰)
 ”امام احمدؒ کے فرزند ارجمند کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے عبد الرحمن کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: یہ وہی ہے جسے ابو شیبہ واسطی کہا جاتا ہے، اس سے ابن ادريس، ابو معاویہ اور ابن فضیل روایت کرتے ہیں جبکہ یہ نعمان بن سعد سے روایت کرتا ہے..... یہ حدیث میں قابل اعتبار نہیں ہے۔“

قال أبو طالب سألت أحمد بن حنبل عن أبي شيبه الواسطي عبد الرحمن بن اسحق قال ليس بشيء منكر الحديث (الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۳۱۳، میزان الاعتدال: ج ۴ ص ۲۶۰، تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۱۲۵)
 ”ابو طالب کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے ابو شیبہ الواسطی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسا بے قیمت راوی ہے جس کی روایات کو ناپسند کیا گیا ہے۔“

قال أبو داود سمعت أحمد بن حنبل: يضعف عبد الرحمن ابن اسحق الكوفي (ابوداؤد نسخہ ابن العربی: ج ۱ ص ۲۸۱)
 ”امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ، عبد الرحمن بن اسحاقؒ کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔“

عبد الرحمن بن اسحاق، امام ابوزرعہ اور امام ابو حاتم رازی کی نظر میں:

عن عبد الرحمن قال سألت أبي عن أبي شعبة عبد الرحمن بن اسحاق فقال هو ضعيف الحديث منكر الحديث يكتب حديثه ولا يحتج به (الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۲۱۳، تهذيب التهذيب: ج ۶ ص ۱۲۴)

”عبد الرحمنؒ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد ماجد سے ابوشیبہ عبد الرحمن بن اسحاق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے، اس کی روایات کو لکھا تو جاسکتا ہے مگر دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔“

قال عبد الرحمن سئل أبو زرعة عن عبد الرحمن بن إسحق الذي يروى عنه أبي زائدة وأبومعاليه ، فقال: ليس بقوي (الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۲۱۳)
 یعنی ابوزرعہ بھی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔

عبد الرحمن بن اسحاق، امام بخاری اور امام نسائی کی نظر میں:

قال البخاري: فيه نظر (التاريخ الصغير للبخاري ص ۱۵۶)

قال النسائي: ضعيف (كتاب الضعفاء والمتر كين للنسائي)

امام بخاری نے ”فیہ نظر“ کہہ کر عبد الرحمن بن اسحاقؒ کو ضعیف ترین قرار دیا ہے جیسا کہ شیخ عبدالحی لکھنوی رقم طراز ہیں:

قول البخاري في حق أحد من الرواة 'فيه نظر' يدل على أنه متهم عنده (الرفع والكميل في الجرح والتعديل: ص ۵۹)

”امام بخاریؒ کا کسی راوی کے بارے میں ’فیہ نظر‘ کہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ راوی امام بخاری کے نزدیک متہم بالکذب ہے۔“

امام ذہبی فرماتے ہیں:

ولا يقول هذا إلا فيمن يثمه غالباً (ميزان الاعتدال: ج ۴ ص ۹۲)

”امام بخاریؒ عام طور پر متہم بالکذب راوی کے بارے میں یہ الفاظ ’فیہ نظر‘ کہا کرتے ہیں۔“

امام عراقی فرماتے ہیں:

فلان فيه نظر وفلان سكتوا عنه: هاتان عبارتان يقولهما البخاري

فیمن ترکوا حدیثہ ”جس راوی کی روایت کو محدثین نے مسترد کیا ہے، اس کے بارے میں امام بخاری درج بالا الفاظ (یعنی ’فیہ نظر‘ اور ’سکتوا عنہ‘) استعمال کرتے ہیں۔“

عبدالرحمن بن اسحاق، امام یحییٰ بن معین اور امام ابن خزيمة کی نظر میں:

عن ابن معین لیس بذاک القوی (تہذیب التہذیب: ج ۴ ص ۱۲۲)
قال ابن خزيمة لا یحتج بحدیثہ (ایضاً)

مختصر یہ ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کو تمام ماہرین نے ناقابل اعتبار و استہزاء قرار دیا ہے۔
زید بن زید کا تعارف: اس روایت کی سند میں دوسری خرابی یہ ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کا شیخ بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ امام ابو حاتم نے اسے مجہول قرار دیا ہے (الجرح والتعذیل: ۵۳۲/۳)۔
محمہ سوال: شیخ محمد حنیف گنگوہی (فاضل دارالعلوم دیوبند) نے لکھا ہے کہ زید بن زید کا مجہول ہونا مضرت نہیں، اس لئے کہ دارقطنی نے عبدالرحمن بن اسحاق عن النعمان بن علی عن علی بن معین بھی روایت کیا ہے۔ (غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۳۹)

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے دارقطنی کی طرف مراجعت کئے بغیر اس بات کو دارقطنی کی طرف منسوب کر دیا ہے، دارقطنی میں یہ روایت عبدالرحمن بن اسحاق عن النعمان بن علی سے نہیں بلکہ نعمان بن سعد سے ہے جیسا کہ دارقطنی میں ہے:

حدثنا محمد بن القاسم ثنا أبو کریب ثنا حفص بن غیاث عن
عبدالرحمن بن إسحاق عن النعمان بن سعد عن علی (انتہی) (۲۸۶/۱)
دارقطنی کے اس طریق سے زید بن زید کی جہالت کا ضرر تو زائل ہو گیا ہے مگر ایک نئی خرابی پیدا ہو گئی کہ عبدالرحمن بن اسحاق جو روایات اپنے ماموں نعمان بن سعد سے نقل کرتا ہے، وہ روایات امام احمد کے نزدیک مناکیر ہیں:

قال عبدالرحمن بن أحمد عن أبیه لیس بذاک وهو الذی یحدث عن
النعمان بن سعد أحادیث مناکیر (تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۱۲۲)
امام نوویؒ اس حدیث کے بارے میں رقم طراز ہیں:

أما حدیث علی رضی اللہ عنہ أنه قال من السنة في الصلاة وضع
الأكف على الأكف تحت السرة ضعيف متفق على تضعيفه رواه
الدارقطنی والبيهقی من رواية أبي شيبه عبد الرحمن بن اسحق
الواسطی وهو ضعيف بالاتفاق (شرح النووی: ج ۳ ص ۱۵۳)

”حضرت علیؓ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں مروی روایت کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ اس روایت کو امام دارقطنی اور امام بیہقی نے عبدالرحمن بن اسحاق سے نقل کیا ہے جبکہ وہ تمام ماہرین فن کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔“

واضح رہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی روایات کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ البتہ اس سے مروی روایات کے موضوع ہونے پر اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ اور امام ابن جوزیؒ کے نزدیک عبدالرحمن بن اسحاق متہم بالکذب ہے، اس لئے امام ابن جوزی نے اس سے مروی روایات کو ’موضوعات‘ میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے جمہور کی تحقیق کو تسلیم کرتے ہوئے اس سے مروی روایات پر ’موضوع‘ کا حکم لگانے کی مخالفت کی ہے اور ان کے ’ضعیف‘ ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نعمان بن سعد کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں:

وذكره ابن حبان في الثقات قلت: والراوي عنه ضعيف كما تقدم فلا يحتج بغيره (تهذيب التهذيب: ج ۱۰ ص ۴۰۵)

”نعمان بن سعد کو امام ابن حبان نے ’کتاب الثقات‘ میں ذکر کیا ہے، البتہ ان سے (جو فقط ایک ہی راوی یعنی ان کا بھانجا) عبدالرحمن بن اسحاق روایت کرتا ہے، وہ ضعیف ہے اس لئے اس سے مروی روایت کو بطور حجت نہیں لیا جائے گا۔“

جیسا کہ درج بالا سطور میں ذکر کیا گیا کہ حافظ ابن حجر نے عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی روایات کو موضوع تسلیم نہیں کیا۔ ان کے اس عمل سے ہمارے بعض علمی حلقے غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ امام زیلعیؒ نے عبدالرحمن بن اسحاق کے بارے میں امام نووی کی تحقیق کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ’نصب الراية‘ میں درج کیا ہے، لیکن نصب الراية کے محشی شیخ یوسف بنوری نے امام نوویؒ پر برہمی کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:

هذا تهوور منه كما هو دأبه في أمثال هذه المواقع وإلا فقد قال الحافظ بن حجر في ”القول المسدد“ وحسن له الترمذی حديثاً مع قوله إنه تكلم فيه من قبل حفظه وصحح الحاكم من طريقه حديثاً وأخرج له ابن خزيمة من صحيحه آخر ولكن قال وفي القلب من عبد الرحمن شيئاً (حاشية نصب الراية: ج ۱ ص ۳۱۴)

فاضل دیوبند جناب محمد حنیف گنگوہی نے اسی عبارت کا ترجمہ اردو زبان میں غایۃ السعایۃ میں نقل کیا ہے:

”یہ ان حضرات کا تہور و مبالغہ اور انتہائی جسارت ہے، اس واسطے کہ عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف ہے۔ یہ تو صحیح ہے لیکن اتنا ضعیف نہیں کہ اس کی ہر روایت کو بالاتفاق ضعیف کہہ دیا جائے کیونکہ حافظ ابن حجر نے القول المسدود میں کہا کہ امام ترمذی نے ان کی ایک حدیث کی تحسین کی ہے۔ اسی طرح حاکم نے ان کے طریق پر ایک حدیث کی تصحیح کی ہے۔ نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان کی حدیث روایت کر کے صرف یہ کہہ کر ”وفی القلب عن عبدالرحمن شیعی“ تردد ظاہر کیا ہے۔ (غایۃ السعیۃ : ج ۳ ص ۳۱)

ان شیوخ کے اندازِ تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ’القول المسدود‘ کی طرف مراجعت کئے بغیر عبدالرحمن بن اسحاق کی وکالت کا فریضہ ادا کیا ہے۔ راقم یہ بات پہلے تحریر کر آیا کہ حافظ ابن حجر امام نووی کے رائے سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں جیسا کہ انہوں نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے۔ البتہ امام ابن جوزی کی تحقیق سے انہیں اختلاف ہے یعنی امام ابن جوزی عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی روایات کو موضوع قرار دیتے ہیں اور ابن حجر اس روایت کے موضوع ہونے کا رد کرتے ہیں جیسا کہ وہ القول المسدود کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

”أما بعد: فقد رأيت أن أذكر في هذه الأوراق ما حضرني من الكلام على أحاديث التي زعم بعض أهل الحديث أنها موضوعة وهي في المسند الشهير للإمام الكبير أبي عبدالله أحمد بن حنبل إمام أهل الحديث في القديم والحديث (القول المسدود: ص ۵۱)

”میں نے پختہ ارادہ کیا کہ میں ان اوراق میں وہ معلومات ذکر کروں جو بعض اہلحدیث نے ان احادیث پر کی ہے جو ان کے خیال میں موضوع ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں۔“

جہاں تک امام ترمذی کی تحسین اور امام حاکم کی تصحیح کا تعلق ہے تو یہ حقیقت تمام اہل علم پر عیاں ہیں کہ ان حضرات کا دیگر ائمہ کے خلاف کسی روایت کو حسن یا صحیح قرار دینا قابلِ حجت نہیں۔ حافظ ابن خزیمہ عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی حدیث اپنی صحیح میں لائے ہیں لیکن انہوں نے اس پر نہ صرف صحیح کا حکم نہیں لگایا بلکہ اس پر جرح نقل فرمائی جیسا کہ وہ اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے رقم طراز ہیں:

باب ذكر ما عدا الله جل وعلا في الجنة من الغرف لمدام صيام التطوع إن صح الخبر فإن في القلب من عبد الرحمن بن إسحاق أبي

شعبة الكوفي وليس هو بعبد الرحمن بن إسحاق الملقب بـ 'عباد' الذي
روى عن سعيد المقبري والزهري وغيرهما هو صالح الحديث
(صحیح ابن خزیمہ: ج ۳ ص ۳۰۶)

”اگر حدیث صحیح ہو تو اس امر کا بیان جو اللہ نے کثرت سے نفلی روزے رکھنے والوں کے
لئے جنت میں بالا خانے تیار کئے، بلاشبہ دل میں عبد الرحمن بن اسحاق کی طرف سے تردد
ہے۔ واضح رہے کہ یہ عبد الرحمن بن اسحاق وہ نہیں جو عباد کے لقب سے مشہور ہے اور وہ
سعيد مقبري اور زہری وغيرہما سے روایت کرتا ہے اور وہ صالح الحديث ہے۔“

علامہ یوسف بنوری اور مولوی محمد حنیف گنگوہی نے اہل بصیرت ہونے کے باوجود مسئلہ
وضع الیدین فی الصلاة تحت السرة میں جو غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، وہ قابل
تعسف ہے۔ مذکورہ بالا دونوں حضرات عبد الرحمن بن اسحاق کی وکالت کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ
کی کتاب کو حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق صحیح ابن خزیمہ تسلیم کرتے ہیں جبکہ وضع الیدین
فی الصلاة علی الصدر والی روایت میں اپنے اسی موقف کے خلاف رقم طراز ہیں:

قوله: روى ابن خزيمة في صحيحه من حديث وائل بن حجر قال
صليت مع رسول الله ﷺ أما حديث وائل هذا ذكره كثير من أهل
العلم وعزوه إلى ابن خزيمة مع سكوت عن نسبة التصحيح
(حاشیہ نصب الراية: ج ۱ ص ۳۱۴)

”وہ حدیث جس میں ’علی صدرہ‘ کی زیادتی ہے، سو اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے فتح
الباری میں صرف یہ کہا ہے ’قد روى ابن خزيمة من حديث وائل أنه وضعهما
على صدره والبزار عند صدره‘ ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح ذکر نہیں کی، نہ فتح
الباری میں، نہ تلخیص میں، نہ درایہ میں اور نہ بلوغ المرام میں۔“ (غایہ السعایہ: ۴۲/۳)

دلیل نمبر ۵

حدثنا مسدد ثنا عبد الواحد بن زياد عن عبد الرحمن بن اسحق
الكوفي عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل قال قال أبو هريرة أخذ
الأكف على الأكف في الصلاة تحت السرة، قال أبو داود سمعت أحمد
بن حنبل يضعف حديث عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي
(ابوداود مع المنہل: ج ۵ ص ۱۶۵)

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا چاہئے۔ (اس)

روایت کو ذکر کرنے کے بعد) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا ہے کہ وہ عبدالرحمن بن اسحاق کو فی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔“
اس روایت کا مرکزی راوی بھی عبدالرحمن بن اسحاق کو فی ہے۔ اس راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے امام احمد کا قول نقل کیا ہے۔

دلیل نمبر ۶

حدثنا أبو الوليد الطيالسي قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقبة بن صهبان سمع علياً يقول في قول الله عز وجل ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ قال وضع اليمنى على اليسرى تحت السرة (تمهيد)
”عقبہ بن صہبان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا کہ وہ اس آیت ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور نحر کیجئے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ (نحر سے مراد) دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا ہے۔“
حضرت علیؑ سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مثلاً:

① حدثنا موسى بن إسماعيل حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقبة بن صهبان عن علي ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ قال هو وضع يمينك على شمالك في الصلاة (السنن الكبرى للبيهقي مطبوعه مكتبة دار الفكر: ج ۲ ص ۳۱۶)

”حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ فصل لربك وانحر کا معنی ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھا جائے۔ (اس میں سینے یا ناف کا ذکر نہیں)“

② موسى بن إسماعيل عن حماد بن سلمة سمع عاصم الجحدري عن أبيه عن عقبة بن صهبان عن علي ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره (ايضاً)

حدثنا شيبان ثنا حماد بن سلمة ثنا عاصم الجحدري عن أبيه عن عقبة بن صهبان كذا قال إن علياً رضي الله عنه قال في هذه الآية ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ قال وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ثم وضعهما على صدره (ايضاً: ص ۳۱۸)

”حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ انہوں نے فصل لربك وانحر کا معنی اس طرح بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں کے درمیانی حصہ پر رکھ کر انہیں سینے پر باندھ لیا۔“

درج بالا روایات سے یہ واضح ہوا کہ حضرت علیؓ سے 'تحت السرة' کی ایک روایت مروی ہے جبکہ 'علی صدرہ' کی دو روایات ہیں۔ دو روایات کو ایک روایت کے بالمقابل ترجیح دینا چاہئے۔ یوں بھی پہلی ایک، اور دوسری دو روایات ضعیف ہیں۔

دلیل نمبر ۷

حدثنا يزيد بن هارون قال أخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت أبا مجلز أوسألتہ قال قلت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما أسفل السرة (مصنف ابن أبي شيبة)
 ”ابو مجلز (تابعی) حالت نماز میں دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر ناف کے نیچے انہیں باندھتے۔“

ابو مجلز کے اس اثر کو امام ابو داؤد (نسخہ ابن العربی) نے تعلیقاً نقل کیا جبکہ امام ابوبکر نے اس اثر کو موصولاً نقل کیا ہے جیسا کہ درج بالا سند سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن امام بیہقی نے سعید بن جبیر کا اثر 'فوق السرة' نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے:

كذلك قاله أبو مجلز لاحق بن حميد (بیہقی: ج ۲ ص ۳۱۸)

حنفی حضرات شیخ قاسم بن قطلوبغا کے بیان کو بنیاد بنا کر جس طرح مصنف ابن ابی شیبہ کے متعدد نسخے ثابت کرنے پر مصر ہیں، اسی طرح ہم بھی اگر چاہیں تو امام بیہقی کے اس قول کو بنیاد بنا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابو مجلز سے اس سلسلے میں دو روایات ہیں، ایک تحت السرة کی اور دوسری فوق السرة کی مگر یہ حرکت کر کے احناف کی طرح حقیقت کے چہرے کو مسخ نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہمارا دین ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس لئے ہم یہی عرض کریں گے کہ اس سلسلہ میں یا تو امام بیہقی سے تسامح ہوا ہے یا پھر کسی نسخہ لکھنے والے سے غلطی ہوئی ہے۔ لیکن ابو مجلز کے اثر کے جواب میں ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ دلیل بھی احناف کیلئے بے سود ہے کیونکہ ابو مجلز تابعی ہیں۔ تابعی کے عمل کو اگر دین میں حجت تسلیم کر لیا جائے (جبکہ وہ صحیح احادیث کے برخلاف ہو) تو امت مسئلہ مزید افتراق و انتشار میں مبتلا ہو جائے گی کیونکہ متعدد تابعین ایسے ہیں جن کے اقوال و اعمال ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

دلیل نمبر ۸

حدثنا وكيع عن ربيع عن أبي معشر عن إبراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة (ابن ابی شیبہ)
یعنی ”وہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے تھے۔“

درج بالا عمل محترم ابراہیم نخعی کا ہے، ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے، نیز یہ ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے تھے۔ ان سے اس سلسلہ میں دو مزید روایات بھی ہیں:

② حدثنا أبو بكر قال حدثنا هثيم عن يونس عن الحسن ومغيرة عن إبراهيم أنهما كانا يرسلان أيديهما في الصلاة
یعنی ”وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۸)

③ حدثنا جدير عن مغيرة عن أبي معشر عن إبراهيم قال لا بأس بأن يضع اليمنى على اليسرى في الصلاة (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۷)
یعنی ”وہ نماز میں ہاتھ باندھنے میں کوئی قباحت نہ سمجھتے تھے۔“

ابراہیم نخعی سے مروی ان تینوں آثار پر اگر نظر انصاف سے غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ بیشتر نمازیں ہاتھ چھوڑ کر پڑھتے تھے اور نماز میں ہاتھ باندھ لینے کو بھی مباح سمجھتے تھے۔ ان تینوں آثار کی موجودگی میں ابراہیم نخعیؒ کے فقط ایک عمل کو بطور حجت پیش کرنا انصاف کے قتل کے مترادف ہے۔

تابعی کے اقوال و اعمال کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے

يقول: أخذ بكتاب الله فإن لم أجد فبسنة رسول الله فإن لم أجد فبقول الصحابة، أخذ بقول من شئت منهم ولا أخرج عن قولهم إلى قول غيرهم فأما إذا انتهى الأمر إلى إبراهيم والشعبي وابن سيرين وعطاء فقوم اجتهدوا فأجتهد كما اجتهدوا (التهذيب التهذيب: ۴۰۳/۱۰)
”محترم امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: میں سب سے پہلے اللہ کی کتاب سے دلیل حاصل کروں گا، پس اگر مجھے وہاں سے دلیل نہ ملے تو میں سنت رسول اللہ ﷺ کو بطور حجت اختیار کروں گا اور اگر وہ بھی میسر نہ آئے تو صحابہؓ میں سے کسی صحابی کے قول کو اختیار کروں گا اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرین اور عطاء تک پہنچے گا تو وہ سب ایک قوم ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا سو میں بھی اجتہاد کروں گا جیسے انہوں نے اجتہاد کیا۔“
امام صاحب کے اس قول سے واضح ہوا کہ تابعی کے قول کو بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

نویں دلیل: از روئے عقل

لأن الوضع تحت السرة أقرب إلى التعظيم (ہدایہ)
”اور اس لئے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔“

مولوی محمد حنیف فاضل دارالعلوم دیوبند شرح ہدایہ میں رقم طراز ہیں:
”یہ احناف کی عقلی دلیل ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور یہی مقصود ہے یعنی نماز میں احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسا نوکر اور غلام بطور تعظیم آقاؤں اور بادشاہوں کے سامنے کمر پر پٹی باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے سینہ پر ہاتھ باندھنا تعظیم کی کوئی صورت نہیں۔“

(غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۲۵)

شیخ محمد ہاشم سندھی رقم طراز ہیں:

ومنها ما ذكره رضى الدين السرخسى فى محيطه والزاهدي فى شرح القدورى والخبازى والعينى فى شرح الهداية: أن الوضع تحت السرة أقرب الى ستر العورة وحفظ الازار عن السقوط فيكون جمعا بين الوضع والستر فيكون أولى، انتهى (درهم العسرة: ص ۲۶)
”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے جو عقلی دلائل ہیں: ان میں سے ایک وہ ہے جو رضى الدين سرخسى نے ’محیط‘ (نامی کتاب) میں، زاہدی نے شرح قدوری میں، خبازی اور عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ستر کو ڈھاپنے اور ازار کو گرنے سے بچانے میں زیادہ معاون ہے۔ سوناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے وضع اور ستر دونوں کام ایک ساتھ ہو جاتے ہیں، اس لئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے۔“

احناف کے نزدیک صحیح و سقیم کی جانچ پڑتال کے لئے عقل ایک ایسا معیاری پیمانہ ہے کہ اگر سنت صحیحہ صریحہ بھی ان کی عقل (سقیم) کے خلاف ہو تو اسے بھی اپنی رائے کے مرگٹ پر قربان کرنے سے گریز نہیں کرتے مگر اس کے باوجود ان کے بیشتر عقلی دلائل تاریکبوت سے زیادہ کمزور ہوتے ہیں، درج بالا عقلی دلائل اسی نوعیت کے ہیں۔

واضح رہے کہ احناف کی خواتین سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں، ہم ان حضرات سے بصدد معذرت یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جب سینہ پر ہاتھ باندھنا تعظیم کی کوئی صورت نہیں تو پھر حنفی خواتین کیا حالت نماز میں اللہ تعالیٰ کو لاکارتی ہیں؟ اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ازار بند کو

نیچے گرنے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے تو پھر حنفی خواتین کو اس مفید ترین ذریعہ سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے؟ حالانکہ عقل تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایام حمل میں یہ آسانی خواتین کو میسر کی جائے کیونکہ ان ایام میں سقوطِ ازار کا امکان زیادہ ہوتا ہے!!

ہمارے بھائیوں کے یہ عقلی دلائل تعصب اور ہٹ دھرمی کی عکاسی کرتے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان میں متعدد لغات مرتب ہو چکی ہیں، ان میں کسی بھی فاضل اہل زبان نے کوئی ایسا لفظ دریافت نہیں کیا جس کا معنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر تعظیم کرنا ہو جبکہ اس کے برعکس متعدد لغات میں لفظ 'کُفْر' موجود ہے جس کا معنی سینے پر ہاتھ باندھ کر تعظیم کرنا ہے:

”کفرٌ لسیدہ: انحیٰ ووضع یدہ علی صدرہ وطأطأ رأسہ کالرکوع تعظیما لہ (المعجم الوسیط: ج ۲ ص ۷۹۱)

”کفر لسیدہ کا معنی ہے: اس نے اپنے ہاتھ کو سینہ پر رکھا اور اپنے سر کو اپنے آقا کی تعظیم کی خاطر رکوع کی طرح نیچے کیا“

التکفیر لأهل الكتاب أن يطأطأ أحدہم رأسہ لصاحبہ کالتسلیم عندنا وقد کفرلہ والتکفیر أن یضع یدہ أو یدیدہ علی صدرہ لعل أصلہ التکبیر والتعظیم أبدلت الباء فاء فصار تکفیر (فتح اللسان: ص ۶۱)

”التکفیر لأهل الكتاب سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے سامنے اپنے سر کو ایسے جھکائے جیسا کہ ہمارے نزدیک السلام علیکم کہنا ہے اور تکفیر سے مراد ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا ہے۔ تکفیر کا اصل شاید تکبیر ہے کہ باء کو فاء سے بدل دیا گیا، اس طرح تکفیر بن گیا جس کا معنی 'تعظیم' ہے۔“

☆ واضح رہے کہ گنگوہی صاحب نے کمر پر پیٹی باندھنے کو تعظیم سے تعبیر کیا ہے یعنی موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پیٹی چونکہ ناف کے نیچے ہوتی ہے اور آقا یا بادشاہ کی تعظیم کے لئے ہوتی ہے۔ یہاں بھی فاضل دیوبند نے جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

پیٹی یا پٹکے کو عربی زبان میں منطقة کہتے ہیں یہ لفظ صاحب ہدایہ نے ہدایہ اخیرین: کتاب الکراہیۃ میں بھی نقل کیا ہے، منطقة کا معنی 'المعجم الوسیط' میں اس طرح مذکور ہے: ”ما یشد بہ الوسط“ جس چیز کے ساتھ (کمر کے) درمیان کو باندھا جائے۔ ازار بند کو عربی